ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 02. Oct-Dec 2025.Page#.799-807
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Impact of Orientalists on Muslim Society: An Analytical Study

مسلم معاشرے پر مستشرقین کے اثرات: تجزیاتی مطالعہ

Dr. Muhammad Irfan Ahmad
Dar-Ul-Uloom Haqania Farooqia, Thekrian Sharif, Gujrat, Punjab, Pakistan
fanifarooqi@gmail.com

ABSTRACT

This research paper analyzed to the Orientalist movement, revealing it as not merely an academic pursuit but a complex system of power and dominance that profoundly impacted Muslims societies. By portraying the east as the inferior other orientalism created a deep seated cultural divide. Its influence extended across educational institutions, religious thought, social structures and political systems, leading to a significant crisis of identity within the Muslim world. While it inadvertently spurred a critical study of Islamic sciences, its primary legacy was shaping a narrative that served colonial interests. Today its effects persist in modern forms like Post Orientalism, which continues to propagate stereotypes through media, social media and popular culture.

Keywords: *Colonialism, Intellectual Impact, Islamic Studies Muslim Societies, Orientalism and Religious Thought.*

1. موضوع تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

استشراق علمی و تحقیقی تحریک کا نام ہے جس نے مشرق اور مغرب کے درمیان علمی روابط کو قائم کیا۔ یہ ایسی تحریک تھی جس نے طاقت، حاکمیت اور بالادستی کا نظام قائم کیا۔[1] یہ در حقیقت ان گنت دھاگوں کا ایک ایسا منفرد اور علم و تحقیق سے متصف جال ہے جس نے علم، سیاست، ثقافت اور طاقت کے رشتے کو باہم باندھے رکھا۔ اس کے ضمن میں صرف یورپی محققین کی تصنیفات ہی نہیں آتیں بلکہ ایک ایسی فکر ہے جس نے مشرق کو ہمیشہ مغرب کے مقابلے میں کم تر، غیر ترقی یافتہ اور وحشی قرار دیا۔ استشراق کی یہی وہ بنیادی اکائی ہے جس نے اسے علمی مباحثے سے بڑھ کر ایک سیاسی قوت بنا دیا۔ اس تحریک کے مطالعے سے یہ سمجھنا از حد ضروری ہے کہ یہ دوہرا رویہ رکھتی ہے۔ علم کے ساتھ ساتھ مسلم معاشروں کی خود شناسی کو بھی اس نے متاثر کیا۔ یہ وہ تحریک ہے جس نے مسلم معاشروں کو اپنی ہی تہذیب کو شک کی نظر سے دیکھنے پر مجبور کیا۔[2] اس نے نہ صرف مغرب میں اسلام کے بارے میں تصورات تشکیل دیے بلکہ خود مسلمانوں کے اپنے بارے میں تصورات کو متزلزل کیا۔ استشراقی فکر، تاریخ اور اس کے اثرات کو

---

[1] Edward Said,Orintalism(UK:Pantheon Books,1978),P:3-5.

[2] ڈاکٹر نجیب اللہ، استشراق کا تنقیدی جائزہ (لاہور المیزان پبلشرز، 2005ء)، ص:45-50۔

سمجھنے کے لیے ہی اس مقالہ کو ترتیب دیا گیا ہے۔امید ہے کہ یہ تحقیقی مضمون طلباء، محققین اور جدید مؤرخین کے لیے راہنمائی ،مثبت اثرات اور علمی نتائج مرتب کرے گا۔

مقالہ ہذا کو بارہ اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے جزو میں موضوع تحقیق کے تعارف،اہمیت،پس منظر اور داخلی تقسیم،دوسرے جزو میں استشراق کے آغاز وارتقا،تیسرے جزو میں استشراقی فکر کے مبانی ، چوتھے جزو میں نظام تعلیم اور اداروں پر استشراق کے اثرات،پانچویں جزو میں مذہبی افکار وعلوم پر اثرات چھٹے جزو میں خاندانی اور سماجی نظم پر اثرات،ساتویں جزو میں سیاست اور حکومت پر اثرات، آٹھویں جزو میں معاش اور اقتصاد پر اثرات،نوے جزو میں تہذیب وثقافت کی شناخت پر اثرات، دسویں جزو میں استشراق کے جدید روپ، گیارہویں جزو میں مسلم دنیا کا ردعمل اور بارہویں یعنی آخری جزو میں خلاصہ بحث کو بیان کیا گیا ہے۔

2. استشراق کا آغاز و ارتقا

استشراقی فکر کے ارتقا کو سمجھنے کے لیے اس کی تاریخ، خصوصیات اور مقاصد کو تین ادوار میں منقسم کیا گیا ہے۔پہلا دور سولہویں صدی عیسوی سے اٹھارہوں صدی عیسوی تک کا ہے جس میں مذہبی محرکات کے اثرات پائے جاتے ہیں۔اس دور کے مستشرقین میں زیادہ تر مذہبی رہنما اور پادری شامل تھے جن کا بنیادی مقصد اسلام کا مطالعہ کر کے اسے عیسائیت کے لیے خطرہ سمجھنا تھا۔اس دور کی نمایاں شخصیات ولیم بیڈویل اور ایڈرین تھیں جنہوں نے عربی، ترکی اور فارسی زبانوں میں موجود علمی خزانوں کو مغربی زبانوں میں داخل کیا۔[3] یہ وہی دور ہے جسے درحقیقت استشراق کی بنیاد سمجھا گیا۔دوسرا دور انیسویں صدی عیسوی کا ہے جسے استشراقی فکر کا سنہری عہد کہا جاتا ہے۔اس میں مغربی جامعات میں باقاعدہ اورینٹل اسٹڈیز کے شعبے قائم ہوئے۔اس فکر نے منظم، علمی اور تحقیقی نظم ضبط اختیار کیا۔اس دور میں ارنسٹ رینان، ایڈورڈلین اور گولڈ زیہر جیسی شخصیات اہمیت کی حامل ہیں۔انہوں نے اسلام اور مسلم معاشروں کے بارے میں گہری تحقیقات پیش کیں۔[4] یہ وہ دور تھا جب مستشرقین نے استعماری مقاصد کے لیے نمایاں کوششیں کیں۔تیسرا دور بیسویں صدی عیسوی کا ہے جس میں مستشرقین نے اپنا روپ بدلتے ہوئے جدت اختیار کی۔اس عہد میں مستشرقین کے طریقہ کار اور نظریات میں تبدیلیاں آئیں حورانی نے اسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر دور کے مستشرقین کے اپنے مخصوص مقاصد اور طریقہ کار تھے۔[5] بیسویں صدی عیسوی کے وسط تک استشراق پر ناقدانہ آوازیں اٹھیں۔جن میں ایڈورڈ سعید کی تنقید سب سے واضح ہے۔

3. استشراقی فکر کے مبانی

---

[3] Hurani ,Europe and the Middle East(London: Macmillan, 1980),P:78-80.
[4] Ibid,P:92-95.
[5] Ibid,Europe and the Middle East,P:105.

استشراقی فکر کی بنیاد کئی اہم نظریاتی مفروضوں پر رکھی گئی جنہوں نے اس کی سمتوں کو متعین کیا،ان کو سمجھے بغیر اس کے حقیقی مقاصد کو سمجھا نہیں جاسکتا۔سب سے اہم اور پہلا مفروضہ یہ تھا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان ایک ناقابل عبور تقسیم ہے،اس کے تحت مشرق کو غیر عقلی، جذباتی اور غیر ترقی یافتہ قرار دیا گیا اور مغرب کو اس کے برعکس سمجھا گیا۔یہ ذومعنیٰ تقسیم درحقیقت ایک مصنوعی تقسیم ہے اسی نے مشرق کو ہمیشہ کے لیے مغرب کا محتاج بنادیا۔[6] دوسرا اہم مفروضہ یہ ہے کہ مشرق کو سمجھنے کے لیے مغربی عقل، دانش اور فکر ضروری ہے۔اس کے تحت یہ بات تقسیم کرلی گئی کہ مشرق خود کو نہیں سمجھ سکتا اور اسے سمجھنے کے لیے مغرب کی مدد درکار ہے۔مصطفیٰ عبدالرزاق ان مفروضوں پر تنقید کرتے ہیں کہ کیسے انہوں نے مسلم معاشروں کے بارے میں غلط تصورات کو جنم دیا۔[7] تیسرا اہم مفروضہ یہ ہے کہ اسلام ایک جامد مذہب ہے جو ترقی کے خلاف ہے۔اس کے تحت اسلام کو ایک ایسا مذہب قرار دیا جو تبدیلی کو قبول نہیں کرتا اور جو جدت کے راستے میں رکاوٹ ہے۔یہ مفروضہ درحقیقت اس غلط فہمی پر مبنی تھا کہ اسلام کی تعلیمات زمانے کے ساتھ بدل نہیں سکتیں۔[8] چوتھا مفروضہ یہ ہے کہ مسلم معاشروں میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔اس میں مسلم معاشروں کو عورت کا دشمن قرار دیا گیا اور یہ تاثر بھی دیا کہ اسلام عورتوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کرتا۔اسی ضمن میں لیلیٰ احمد نے لکھا کہ مستشرقین نے مسلم خواتین کی حیثیت کے بارے میں مخصوص بیانیہ تشکیل دیا۔[9]

4. نظام تعلیم اور اداروں پر اثرات

تحریک استشراق نے مسلم سماج، علمی اداروں اور نظام تعلیم پر گہرے اثرات مرتب کیے۔مغربی مستشرقین نے اسلامی علوم وفنون کے نئے مطالعات متعارف کرائے،ان میں ناقدانہ طریق کار شامل تھے اور ان جدید طریقوں نے ایک طرف اسلامی علوم کے مطالعہ میں نئی جہتیں متعارف کرائیں ساتھ ہی روایتی اسلامی تعلیم کو جدید تحدیات سے بھی دوچار کیا۔انیسویں صدی عیسوی میں مغربی استعمار نے مسلم ممالک پر قبضہ جمایا تو تعلیمی نظام میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں بھی کیں۔ہندوستان میں میکالے کے تجویز کردہ نظام تعلیم کو متعارف کرایا گیا،اس کا مقصد مقامی معاشرے میں ایک ایسی نسل تیار کرنا تھی جو رنگ ونسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو لیکن فکر کے لحاظ سے مغربی ہو۔[10] اس نے نظام تعلیم کو یکسر بدل دیا، سماجی اقدار اور ثقافتی شناخت کو بھی بے انتہا متاثر کیا۔تحریک استشراق کے تحت قائم ہونے والے اداروں نے دو طرح کے طبقات کو جنم دیا۔ایک طبقہ جدید تعلیم یافتہ اور مغربی تھا، دوسرا مذہبی اور روایتی تعلیم پر قائم۔اس دورخے مزاج نے مسلم سماج پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے۔مایۂ ناز محقق مالک بن نبی کہتے ہیں کہ

[6] Leila Ahmad,Women and Gender in Islam(New Haven:Yale University Press,1992),P:153.
[7]
[8]
[9] Leila Ahmad,Women and Gender in Islam(New Haven:Yale University Press,1992),P:153.
[10] Thomas Babigton,Macaulay,Minute on Indian Education (London:1835),P:1-10.

استشراق نے مسلم معاشروں کو اپنی علمی روایت کا تنقیدی جائزہ لینے پر مجبور کیا۔[11] جدید یونی ورسٹیوں کے قیام نے شعبہ علوم اسلامیہ کے لیے نئے اسالیب متعارف کرائے۔ القاہرہ یونی ورسٹی، جامعہ پنجاب اور استنبول یونی ورسٹی ایسے اداروں نے جدید مناہج تدریس کو اپنایا۔[12] ان کے ذریعے علوم اسلامیہ کی نئی تشریحات عیاں ہوئیں جنہوں نے مسلم معاشروں میں فکری تحرک کو پیدا کیا۔

5. مذہبی افکار و علوم پر اثرات

استشراقی تحریک نے مذہبی فکر پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ اس نے تفسیر، شروح اور تاریخ کی تدوین کے لیے نئے طرق مہیا کیے۔ انہوں نے ایک طرف اسلامی علوم پر ناقدانہ فکر کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ روایتی علوم کے طریق کو نئے مسائل اور مشکلات سے آراستہ بھی کیا۔ گولڈ زیہر نے حدیث کے بارے میں کام کیا اور نئی مباحث تحقیق مہیا کیں۔ اس کی ناقدانہ فکر نے اس بات کو عیاں کیا کہ کس طرح تاریخی حالات متن حدیث کو متاثر کرتے ہیں۔[13] یہ الگ بات ہے کہ علماء نے اس کی تحدیات کا رد پیش کیا لیکن اس نے اسلامی علوم میں ایک نئی بحث کا سلسلۂ تحقیق شروع کر دیا۔ تھیوڈور نولڈکے اور اس کے تلامذہ نے متن قرآن کی تاریخ کے ارتقا کے بارے میں نئے نظریات پیش کیے۔[14] انہوں نے قرآن کے مطالعہ کو نئی تحدیات سے آراستہ کیا اور جدید قسم کے سوالات اٹھائے۔ مستشرقین کے بعض کاموں کا مقصد اسلامی تعلیمات کو مشکوک بنانا تھا۔[15] ان کے جواب میں مسلم مفکرین نے جدید اسالیب کو اپناتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی تشریحات کیں۔ اس ضمن میں کئی ایسی تحریکیں بھی ابھریں جنہوں نے دفاع اسلام کے لیے اپنی اپنی سعی پیش کیں اور علمی و عملی میدان میں مستشرقین کو جوابات دیئے۔[16]

6. خاندانی اور سماجی نظم پر اثرات

استشراق کے مسلم سماج پر بہت گہرے اور دورس اثرات مرتب ہوئے۔ مستشرقین نے مسلم معاشروں کے سماجی ڈھانچے اور خاندانی نظام کے بارے میں خاص بیانیے تشکیل دیے۔ بعد ازاں مسلم معاشروں میں سماجی اصلاحات کی تحریکوں پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ مستشرقین نے مسلم خواتین کی حیثیت کے بارے ایک مخصوص اسلوب تشکیل دیا جس نے مسلم معاشرے میں خواتین کے حقوق کی تحریکوں کو متاثر کیا۔[17] استشراقی بیانیے نے مسلم معاشروں کو پدرانہ اور عورت دشمن قرار دیا اور مغربی طریق

---

[11] مالک بن نبی، شروط النھضۃ(دمشق: دارالفکر، 1948ء)، ص:67-70۔

[12] نفس المرجع:89-90۔

[13] Ignaz Goldziher,Muslim Studies(London:Allen&Unwin,1971),P:45.

[14] Theodor Noldeke, Geschichte des Qorans(Gottingen:Dieterich,1860),P:23-24.

[15] محمد باقر الصدر، اقتصادنا(بیروت: دار التعارف، 1961ء)، ص:156-160۔

[16] John L.Esposito,The Oxford Dictionary of Islam(Oxford:Univeristy Press,2003),P:78-80.

[17] Laila Ahmad ,Women and Gender in Islam,P:167-170.

کار کو اپنانے پر مجبور کیا۔انیسویں صدی عیسوی میں ترکی اور مصر ایسے ممالک میں خواتین کے حقوق کی تحریکوں نے جنم لیا ۔استشراقی فکرسے مزین قاسم امین کی کتاب "تحریر المرآۃ" نے مصر میں خواتین کے بارے میں ایک نئی بحث شروع ہوئی۔[18]ترکی میں خواتین کے حقوق سے متعلق اتاترک کی اصلاحات نے کام کیا۔خاندان کے قوانین میں تبدیلیاں استشراق کے سب سے گہرے سماجی اثرات میں سے ہیں۔کئی مسلم ممالک کے قوانین کو جدید بنانے کی کوششیں کی گئیں۔ترکی میں 1926ء میں سویلین کوڈ کا نفاذ عمل میں آیا جس نے خاندانی قوانین میں بڑی تبدیلیاں کیں۔[19]1952ء میں تیونس میں خاندانی قوانین میں اصلاحات کا اضافہ کیا گیا۔[20]عورتوں کی تعلیمات پر بھی استشراقی فکر کے گہرے اثرات ہوئے۔مسلم ممالک میں لڑکیوں کے لیے جدت سے مزین سکولز قائم ہوئے،1832ء مصر میں پہلا لڑکیوں کا سکول قائم ہوا۔[21]اس طرح کے کئی ایسے اقدامات ہوئے جنھوں نے مسلم معاشروں میں خواتین کی تعلیم کے لیے نئے ابواب کھولے۔

7. **سیاست اور حکومت پر اثرات**

مستشرقین کی سیاسی فکر نے مسلم دنیا کی جغرافیائی اور سیاسی ساخت کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ایڈورڈ سعید لکھتے ہیں کہ مستشرقین نے یورپی استعمار کے لیے علمی بنیادیں فراہم کیں۔[22]انہوں نے تحقیق اور تصانیف کے سبب مغربی استعمار کے لیے راہیں ہموار کیں اور مسلم ملکوں پر قبضہ کرنے میں مدد کی۔انیسویں صدی عیسوی میں جب مغربی طاقتوں نے مسلمان ملکوں پر قبضہ کیا تو مستشرقین نے ان علاقوں کی ثقافت،تاریخ اور معاشرت کے بارے میں ایسی معلومات دیں جو استعماری حکومت کے لیے مفید ثابت ہوئیں۔مستشرقین نے مقامی لوگوں کو کئی مذہبی اور نسلی گروہوں میں منقسم کرنے کی پالیسی تشکیل دی۔[23]سلطنت عثمانیہ کے اختتام کے بعد وسطی مشرق میں قومی ریاستوں کو بنانے میں بھی مستشرقین نے اہم کردار ادا کیا۔سائیکس پیکو معاہدے1916ء میں خطے کی سرحدوں کی بنیاد عمل میں آئی۔[24]معاہدے کے تحت مشرق وسطیٰ کو مصنوعی سرحدوں میں منقسم کر دیا،اس سے نسلی،فرقہ وارانہ تقسیمات کی راہیں ہموار ہوئیں۔مسلمان ملکوں میں جدید سیاسی اداروں کا قائم ہونا یہ بھی مستشرقین کے مرہون منت تھا۔ایران،مصر اور ترکی ایسے ممالک میں وزارتیں، مجلس قانون ساز اور دیگر جدید سیاسی ادارے قائم ہوئے۔[25]ان کے قیام میں بھی مستشرقین کے سیاسی و تحقیقی اہداف نے اہم کردار ادا کیا۔قوم پرستی کی تحریکوں پر بھی مستشرقین کے انتہا درجے کے اثرات

[18] قاسم امین، تحریر المرآۃ(قاہرہ:دار المعارف،1899)،ص:40،35،34۔
[19] Bernard Lewis,The Emergence of Modern Turkey (London :Oxford University Press,1961),P:267-291.
[20] Mounira Charrad,States and Women's Rights(Berkeley: University of California Press,2001),P:145-150.
[21] Afaf Lutfi al-Sayyid Marsot, A Short History of Modern Egypt(Cambridge:University Press,1985),P:89-100.
[22] Edward Said, Culture and Imperialism (New York :Knopf ,1993),P:156-160.
[23] Albert Hourani, Arabic Thought in the Liberal Age(London: Oxford University Press,1962),P:234-236.
[24] David Fromkin ,A Peace to End All Peace (New York: Holt,1989),P:267.
[25] Hourani ,Arabic Thought in the Liberal Age,P:278-281.

ہوئے۔ عرب، ترک اور ایران قوم پرست ایسی تحریکوں کی نظریاتی اساس میں بھی مستشرقین کے افکار کار فرما تھے۔[26] ان تحریکوں نے خلافت کے نظام کے خلاف کام کیا اور قومی ریاست کے تصور کو فروغ دیا۔

8. معاش اور اقتصاد پر اثرات

مستشرقین نے مسلم معاشروں کے معاشی نظاموں کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا، انہوں نے معاشیات کے بارے کئی تصورات اور اصولوں کو پیش کیا۔ ان کے تحت اسلام کے نظام معیشت کو غیر مؤثر اور غیر سائنسی قرار دیا گیا تاکہ مغربی نظم معیشت کو مسلط کیا جاسکے۔[27] نتیجتاً بہت سے مسلم ملکوں میں روایتی معاشی نظام درہم برہم ہوئے۔ مسلم ممالک میں جدید اقتصادی نظام کے قیام پر مستشرقین کے اثرات نمایاں تھے۔ 1856ء میں عثمانی سلطنت میں پہلا جدید بینک قائم ہوا۔[28] یکے بعد دیگرے کئی مسلم ملکوں میں بھی اسی طرز کو اپناتے ہوئے جدید بینکوں کو بنایا گیا۔ ان بینکوں نے سود پر مبنی معاشی نظام کو وضع کیا جو اسلامی قوانین کے خلاف تھا۔ زمینی اصلاحات پر بھی استشراقی فکر کے گہرے اثرات ہوئے۔ مصر میں محمد علی پاشا(1849ء-1769ء) کے دور میں جدید زمینی اصلاحات کا نفاذ عمل میں آیا۔[29] صنعت اور تجارت کے شعبوں کو بھی استشراقی تحریک نے متاثر کیا۔ مسلم ممالک میں مغربی طرز کے جدید کارخانے قائم ہوئے۔[30] ان کارخانوں نے نظم معیشت کے ساتھ ساتھ سماجی ڈھانچے کو بھی بدل کر رکھ دیا۔ شہروں کی توسیع، نقل و حمل کے ذرائع، صنعت و حرفت کے اصولوں اور بین الاقوامی تجارت کے فروغ میں بھی مستشرقین کے اثرات نمایاں طور پر ظاہر ہوئے۔

9. تہذیب وثقافت کی شناخت پر اثرات

تحریک استشراق کا سب سے گہرا اثر مسلم معاشروں کی ثقافتی اور تہذیبی شناخت پر ہوا۔ انہوں نے مسلم تہذیب کو کمتر اور مغربی تہذیب کو معتبر، بااثر اور برتر قرار دیا۔ ان تصورات نے مسلم معاشروں میں نفسیاتی بحران کو جنم دیا جس کے تحت کئی مسلم علماء، مفکرین اور دانشور اپنی ہی تہذیب کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ اس شک نے مسلم معاشروں میں قومی ریاست کے تصور کو متعارف کرایا، جس نے روایتی نظم خلافت کو کئی تحدیات سے دوچار کیا۔[31] اس کے نتیجے میں مصر، ترکی اور شام ایسے ملکوں میں قوم پرستی کی تحریکیں معرض وجود میں آئیں۔

---

[26] Ibid,P:301.

[27] محمد باقر الصدر، اقتصادنا، ص:189۔

[28] Roger Owen ,The Middle East in the World Economy(London:I.B.Tauris,1993),P:156-160.

[29] Ibid:178.

[30] Charles Issawi,An Economic History of the Middle East North Africa(Columbia: University Press,1982),P:145-150.

[31] Aziz al Azmeh ,Islam and Modernities(London:Verso,1993),P:67-70.

زبان وادب پر بھی استشراقی فکر کے گہرے اثرات ہوئے۔ مسلم ملکوں میں عربی، فارسی اور ترکی ایسی زبانوں کے ساتھ مغربی زبانوں کو بھی سرکاری درجہ دیا گیا۔[32] میدان ادب میں بھی مغربی اصناف ادب کو اپنایا گیا۔ ناول، افسانے اور ڈرامے ایسی اصناف مسلم سماج کا حصہ بننا شروع ہو گئیں۔ فنون لطیفہ خصوصی طور پر تعمیرات پر بھی اس تحریک کے نقوش واضح ہوئے۔ مسلم ملکوں میں مغربی طریقۂ تعمیر کو اپنانے کی کوششیں ہوئیں۔[33] مصر، قاہرہ، استنبول، ایران اور تہران میں بھی مغربی طرز کی عمارت گری نے جگہ لی ۔ مصوری، مجسمہ سازی اور کیلی گرافی جیسے فنون بھی متعارف کرائے گئے جو اسلامی فنون لطیفہ سے مختلف تھے۔ پوشاک، رہن سہن اور رسومات بھی تغیر و تبدل کا شکار ہوئیں۔[34] 1925ء میں ترکی میں قانون ٹوپی کا نفاذ عمل میں آیا جس کے تحت یورپی طرز کی ٹوپیاں پہننا لازم قرار دیا گیا۔[35]

10. استشراق کے جدید روپ اور اس کے اثرات

بیسویں اور اکیسویں صدی عیسوی میں تحریک استشراق نے جدید روپ اختیار کیا، پوسٹ اور ینٹلزم کا تصور ابھرا جس میں میڈیا اور پاپ کلچر کے ذریعے مسلمانوں کے بارے میں مخصوص تصورات کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ اس دور میں مستشرقین نے اپنا طریق کار اور اسلوب کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کے مفروضات اور اہداف تحقیق میں کوئی بھی تغیر واقع نہیں ہوا۔ میڈیا، سوشل میڈیا اور پاپ کلچر کے ذریعے مسلمانوں کے بارے میں مخصوص تصورات کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔[36] فلم گری کی کئی صنعتوں، ٹی وی ڈراموں، اخباری خاکوں اور جاسوسانہ خبروں کے ذریعے مسلمانوں کے بارے میں ایک خاص بیانیے کو تشکیل دیا جا رہا ہے۔ جس کے تحت مسلمانوں کو غاصب، دہشت گرد، متشدد، متعصب، جانبدار، عورت کا دشمن اور جمہوریت کا مخالف قرار دیا جا رہا ہے۔ تعلیمی اداروں پر بھی مستشرقانہ رویوں کے دھاروں کو دیکھا جا سکتا ہے۔[37] جامعات میں بھی ایسے نصاب کو وضع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو مغربانہ فہم و دانش کے تحت اسلام کی تشریح کرتا ہو۔ استشراق کی جدت پسندی سائبر اسپیس پر بھی مؤثر انداز میں کارفرما ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے مسلم معاشروں کے بارے میں مخصوص تصورات اور بیانیے کو فروغ دیا جا رہا ہے۔[38] انٹرنیٹ پر موجود بلاگز، ویب سائٹس اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز استشراقی فکر کے جدید بیانیے کو ہوا دینے میں کارگر ثابت ہو رہے ہیں۔[39]

11. مسلم دنیا کا ردعمل

[32] Bernard Lewis,The Muslim Discovery of Europe(New York:Norton,1982),P:189-190.
[33] Zeyneb Celik,The Remaking of Istanbul(Seattle: University of Washington,1986),P:78-80.
[34] Quataert Donald,The Ottoman Empire(1700-1922)(Cambridge: University Press,2000),P:145-150.
[35] Erik Jan Zurcher,Turkey:A Modern History(London:I.B.Tauris,2004),167-169.
[36] Hamid Dabashi,Post-Orientalism(Brunswick:Transaction Publisher,2008),P:45-46.
[37] Jack G.Shaheen,Reel Bad Arabs(New York:Olive Branch Press ,2001),P:89.
[38] John L.Esposito,The Future of Islam (Oxford University Press,2010),P:134-140.
[39] Peter Madaville, Global Political Islam(London:Routledge,2007),P:156-158.

مسلم علما، مفکرین ،دانشوروں اور مناظرین نے تحریک استشراق کے قدیم وجدید بیانیے کا رد کرنے کے لیے مختلف کتب خطبات، مکتوبات، مقالات ،رسائل اور مضامین لکھے ۔اسی اثنا میں سب سے زیادہ اہمیت مناظرانہ ادب کو بھی حاصل ہے۔ مسلمانوں کے رد عمل کو تین حصوں یعنی قدامت پسند، اصلاح پسند اور جدت پسند رد عمل میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ قدامت پسند رد عمل کے تحت بعض مسلم مفکرین (اخوان المسلمین، علمائے دیوبند اور علمائے بریلی) نے مستشرقین کے جواب میں اسلام کی روایتی تشریح کرتے ہوئے جدید تحدیات کو سامنے رکھتے ہوئے رد بھی پیش کیا۔[40] اصلاح پسند علما میں جمال الدین افغانی، محمد عبدہ اور رشید رضا کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ [41]ان مصلحین نے اسلام کی جدید علمی اساس کو تشریحانہ انداز میں پیش کیا اور استشراقی فکر کا مدلل جواب دیا۔ جدت پسند علما، مفکرین اور دانشوروں نے استشراقی فکر کو مکمل طور پر اپنایا۔ اس طبقے نے اسلام کی ایسی تشریح پیش کی جو مغربی اقدار کے عین مطابق تھی۔[42] انہوں نے اسلامی روایات کو مغربی فہم ودانش کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ یاد رہے ان علما نے بھی جزوی انداز میں تحریک استشراق کا رد پیش کیا۔ جدید دور میں فکر استشراق کے جواب نئے علمی مباحث کے ساتھ منصۂ شہود پر آرہے ہیں۔ علوم اسلامیہ کے جدید اسلوب، اسلامی جدیدت اور اسلامی جمہوریت ایسے فکری تصورات پر بھی بحثیں جاری ہیں۔[43] جن کے ذریعے مسلم دانشور فکر استشراق کا رد بلیغ پیش کر رہے ہیں۔

12. خلاصہ بحث

استشراق اس بیانیے کا نام ہے جس نے مسلم معاشروں کو علمی، مذہبی، سیاسی، تہذیبی، تمدنی، معاشی اور اقتصادی طور پر متاثر کیا۔ اس نے ایک طرف تو مسلم معاشروں کو اپنی علمی روایت کا تنقیدی جائزہ لینے پر مجبور کیا، جس کے نتیجے میں شعبہ علوم اسلامیہ جدید مناہج پر پروان چڑھا۔ دوسری طرف اس نے استعماری مقاصد کے لیے راہیں ہموار کی اور مسلم حکمرانی کے حوالے سے جانب دارانہ بیانیہ تشکیل دیا۔ اس تحریک کے مثبت پہلو یہ تھے کہ اسلامی علوم کے جدید تنقیدی مطالعہ کا فروغ، مسلم دانش وروں میں خود آگاہی اور تعلیمی اداروں میں جدید علوم کا تعارف شامل ہوا۔ استشراق کے منفی اثرات بھی نمایاں ہیں جن میں مسلم معاشروں کے بارے میں غلط فہمیوں کا فروغ، استعماری پالیسیوں کے لیے علمی بنیاد فراہم کرنا اور مسلمانوں کی شناخت کو ختم کرنا شامل ہیں۔ عصر حاضر میں اس تحریک نے نئے اسالیب کو اختیار کیا جس میں میڈیا، سوشل میڈیا اور پاپ کلچر ہیں۔ ان کے ذریعے مسلمانوں کے بارے میں مخصوص تصورات کو پروان چڑھایا جارہا ہے۔ مسلم معاشروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ استشراق کے ورثہ کا سر نو جائزہ لیں اور اس امر کو عیاں کریں کہ اس کے اثرات کہاں اور کس طرح مرتب ہوتے ہیں۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلم سماج کو چاہیے کہ وہ

[40] Richard P.Mitchell ,The Society of the Muslim Brothers(London:Oxford Press,1969),P:77-79.
[41]Malcolm H.Kerr,Islamic Reform (Berkeley:California,,1966),P:111-112.
[42] Fazlur Rahman, Islam and Modernity (Chicago: University Press,1982),P:67.
[43] Abdullah Ahmed An Naim,Islam and the Secular State(Cambridge :Harvard Press,2008),P:189.

اپنی روایات کو جدید اسلوب میں پیش کریں، علوم اسلامیہ کے تنقیدی مطالعہ کو فروغ دیں اور مغربی علوم کو مثبت پہلوؤں میں اپناتے ہوئے اپنی تہذیبی شناخت کو برقرار رکھیں۔ علمی و عملی بنیادوں پر مستحکم ہو کر ہی استشراقی بیانیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔